جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقی آستانہ رب العزت پر گریہ و بُکا کرنے کا نتیجہ ہے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقی آستانہ رب العزت پر گریہ وبُکا کرنے کا نتیجہ ہے

(تقریر فرمودہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۳۶ء بر موقع افتتاح جلسہ سالانہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

سب سے پہلے تو مَیں ان تمام بھائیوں کو جو جلسہ سالانہ کی شمولیت کیلئے بیرون جات سے تشریف لائے ہیں، اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہتا ہوں۔

اس کے بعد دعا کے ساتھ اس جلسہ کا افتتاح کرنے سے پہلے مَیں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج سے قریباً چالیس سال پہلے اُس جگہ پر جہاں اب مدرسہ احمدیہ کے لڑکے پڑھتے ہیں، ایک ٹُوٹی ہوئی فصیل ہؤا کرتی تھی۔ ہمارے آباء واجداد کے زمانہ میں قادیان کی حفاظت کیلئے وہ کچی فصیل بنی ہوئی تھی جو خاصی چوڑی تھی اور ایک گڈّا اس پر چل سکتا تھا۔ پھر انگریزی حکومت نے جب اسے تُڑوا کر نیلام کر دیا تو اُس کا کچھ ٹکڑا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمان خانہ بنانے کی نیت سے لے لیا تھا۔ وہ ایک زمین لمبی سی چلی جاتی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا اُس وقت ۱۸۹۳ء تھا یا ۱۸۹۴ء یا ۱۸۹۵ء۔ قریباً قریباً اسی قسم کا زمانہ تھا، یہی دن تھے، یہی موسم تھا، یہی مہینہ تھا۔ کچھ لوگ جو ابھی احمدی نہیں کہلاتے تھے کیونکہ ابھی احمدی نام سے یہ جماعت یاد نہیں کی جاتی تھی مگر یہی مقاصد اور یہی مدّعا لے کر وہ قادیان میں جمع ہوئے۔ میں نہیں کہہ سکتا آیا وہ ساری کارروائی اسی جگہ ہوئی یا کارروائی کا بعض حصہ اس جگہ ہوا اور بعض مسجد میں۔ کیونکہ میری عمر اُس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی اِس لئے مَیں زیادہ تفصیلی طور پر اِس بات کو یاد نہیں رکھ سکا، میں اُس وقت اِس اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تھا، مجھے اتنا یاد ہے کہ میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے اِرد گرد دَوڑتا اور کھیلتا پھرتا تھا۔

میرے لئے اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ کچھ لوگ جمع ہیں۔ اُس فصیل پر ایک دری بچھی ہوئی تھی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہوئے تھے اور اِرد گرد وہ دوست تھے جو جلسہ سالانہ کے اجتماع کے نام سے جمع تھے ممکن ہے میرا حافظہ غلطی کرتا ہو اور دری ایک نہ ہو، دو ہوں لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ ایک ہی دری تھی۔ اُس ایک دری پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ڈیڑھ سَو ہوں گے یا دو سَو اور بچے ملا کر اُن کی فہرست اَڑھائی سَو کی تعداد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع بھی کی تھی۔ وہ لوگ جمع ہوئے تھے اِس نیت اور اِس ارادہ سے کہ اسلام دنیا میں نہایت ہی کمزور حالت میں کر دیا گیا ہے۔ اور وہ ایک ہی نور جس کے بغیر دنیا میں روشنی نہیں ہو سکتی اُسے بجھانے کیلئے لوگ اپنا پورا زور لگا رہے ہیں اور ظلمت اور تاریکی کے فرزند اسے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اِس ایک ارب اور پچیس تیس کروڑ آدمیوں کی دنیا میں دو اڑھائی سَو بالغ آدمی جن میں سے اکثر کے لباس غریبانہ تھے، جن میں سے بہت ہی کم لوگ تھے جو ہندوستان کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی متوسّط درجہ کے کہلا سکیں، جمع ہوئے تھے اِس ارادہ اور اِس نیت سے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا جسے دشمن سرنگوں کرنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ اس جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے بلکہ اسے پکڑ کر سیدھا رکھیں گے اور اپنے آپ کو فنا کر دیں گے مگر اسے نیچا نہ ہونے دیں گے۔ اِس ایک ارب پچیس کروڑ آدمیوں کے سمندر کے مقابلہ کیلئے دو اڑھائی سَو کمزور آدمی اپنی قربانی پیش کرنے کیلئے آئے تھے جن کے چہروں پر وہی کچھ لکھا ہوا تھا جو بدری صحابہؓ کے چہروں پر لکھا ہوا تھا۔ جیسا کہ بدر کے صحابہؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! بے شک ہم کمزور ہیں اور دشمن طاقتور مگر وہ آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو رَوندتا ہوا نہ گزرے۔ اُن کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ انسان نہیں بلکہ زندہ موتیں ہیں جو اپنے وجود سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کے دین کے قیام کیلئے ایک آخری جدوجہد کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ دیکھنے والے اُن پر ہنستے تھے، دیکھنے والے اُن پر تمسخر کرتے تھے اور حیران تھے کہ یہ لوگ کیا کام کریں گے۔ میں خیال کرتا ہوں وہ ایک دری تھی یا دو دَریاں بہرحال اُن کیلئے اتنی ہی جگہ تھی جتنی اِس سٹیج کی جگہ ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کیوں مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ دری تین جگہ بدلی گئی۔ پہلے ایک جگہ بچھائی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے اُٹھا کر اُسے کچھ دُور بچھایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے تبدیل کر کے ایک اور جگہ بچھایا گیا اور پھر تیسری دفعہ اُس جگہ سے

بھی اُٹھا کر کچھ اَور دُور وہ بچھائی گئی۔ اپنی بچپن کی عمر کے لحاظ سے میں نہیں کہہ سکتا آیا ان جمع ہونے والوں کو لوگ روکتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا حق نہیں کہ اِس جگہ دری بچھاؤ یا کوئی اور وجہ تھی۔ بہرحال مجھے یاد ہے کہ دو تین دفعہ اس دری کی جگہ بدلی گئی۔

لوگ کہتے ہیں جب یوسفؑ مصر کے بازار میں بِکنے کیلئے آئے تو ایک بڑھیا بھی دو رُوئی کے گالے لیکر پہنچی کہ شاید میں ہی ان گالوں سے یوسف کو خرید سکوں۔ دنیا دار لوگ اس واقعہ کو سنتے ہیں اور ہنستے ہیں، روحانی لوگ اسے سنتے ہیں اور روتے ہیں کیونکہ ان کے قلوب میں فوراً یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ جہاں کسی چیز کی قدر ہوتی ہے، وہاں انسان دنیا کی ہنسی کی پروا نہیں کرتا۔ مگر میں کہتا ہوں یوسفؑ ایک انسان تھا اور اُس وقت تک یوسف کی قابلیتیں ظاہر نہیں ہوئی تھیں، آخر اُس کے بھائیوں نے نہایت ہی قلیل قیمت پر اُسے فروخت کر دیا تھا، ایسی حالت میں اگر اس بڑھیا کو یہ خیال آیا ہو کہ شاید روئی کے دو گالوں کے ذریعہ ہی میں یوسفؑ کو خرید سکوں تو یہ کوئی بعید بات نہیں۔ خصوصاً جب ہم اِس بات کو مدنظر رکھیں کہ جس ملک سے یہ قافلہ آیا تھا، وہاں رُوئی نہیں ہوا کرتی تھی اور وہ مصر سے ہی رُوئی لے جایا کرتے تھے تو پھر تو یہ کوئی بھی بعید بات معلوم نہیں ہوتی کہ رُوئی کی قیمت اُس وقت بہت بڑھی ہوئی ہو۔ اور وہ بڑھیا واقعہ میں یہ سمجھتی ہو کہ رُوئی سے یوسفؑ کو خریدا جا سکتا ہے لیکن جس قیمت کو لے کر وہ لوگ جمع ہوئے تھے وہ یقیناً ایسی ہی قلیل تھی اور یہ یوسفؑ کی خریداری کے واقعہ سے زیادہ نمایاں اور زیادہ واضح مثال اُس عشق کی ہے جو انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور انسان سے ایسی ایسی قربانیاں کراتا ہے جن کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ وہ دوسَو یا اڑھائی سَو آدمی جو جمع ہوا اُن کے دل سے نکلے ہوئے خون نے خدا تعالیٰ کے عرش کے سامنے فریاد کی۔ بے شک ان میں سے بُہتوں کے ماں باپ زندہ ہوں گے، بے شک وہ خود اِس وقت ماں باپ یا دادے ہوں گے مگر جب دنیا نے ان پر ہنسی کی، جب دنیا نے انہیں چھوڑ دیا، جب اپنوں اور پرایوں نے انہیں الگ کر دیا اور کہا کہ جاؤ اے مجنونو! ہم سے دُور ہو جاؤ۔ تو وہ باوجود بڑے ہونے کے یتیم ہو گئے کیونکہ یتیم ہم اُسے ہی کہتے ہیں جو لاوارث ہو اور جس کا کوئی سہارا نہ ہو۔ پس جب دنیا نے انہیں الگ کر دیا تو وہ یتیم ہو گئے اور خدا کے اِس وعدہ کے مطابق کہ یتیم کی آہ عرش کو ہلا دیتی ہے، جب وہ قادیان میں جمع ہوئے اور سب یتیموں نے مل کر آہ وزاری کی تو اُس آہ کے نتیجہ میں وہ پیدا ہوا جو آج تم اِس میدان میں دیکھ رہے ہو۔ خدا نے عرش پر سے انہیں دیکھا اور کہا

اے بوڑھو! جن کو اُن کے بچوں نے چھوڑ دیا، میں تم کو نئی اولادیں دوں گا اور دُور دُور سے دوں گا جو پہلی اولادوں سے بہتر ہوں گی اور اے بچو! جن کو اُن کے ماں باپ نے چھوڑ دیا، میں تم کو نئے ماں باپ دوں گا جو پہلے ماں باپ سے اچھے ہوں گے۔ اور اے جوانو! جن کو ان کے بھائیوں نے چھوڑ دیا، میں تمہارے لئے اور بھائی لا رہا ہوں اُن سے بہتر جو تمہارے بھائی تھے اور ان سے اچھے جو تمہارے بھائی تھے۔

سو آپ لوگ جو آج اِس موقع پر موجود ہیں، وہ اُن آہوں اور اُس گریہ وزاری کا نتیجہ ہیں جو اِس جگہ پر اُن چند لوگوں نے کی تھی جو دنیا داروں کی نگاہ میں متروک اور مطرود تھے اور جن کو دنیا حقیر اور ذلیل سمجھتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو نوازا اور اُن کے آنسوؤں سے ایک درخت تیار کیا جس درخت کا پھل تم ہو۔ وہ گٹھلی جس سے یہ درخت پیدا ہوا کتنی شاندار اور عظیم الشان تھی۔ اگر اُن اڑھائی سَو گٹھلیوں سے آج اتنا وسیع باغ تیار ہو گیا ہے تو اے میرے بھائیو! اگر ہم بھی اُسی اخلاص اور اُسی درد سے اسلام کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں تو کتنی گٹھلیاں ہیں جو پھر اسلام کے پھیلانے میں نئے سِرے سے مدد دے سکتی ہیں۔ پس آؤ کہ ہم میں سے ہر شخص اِس نیت اور اِس ارادہ سے خدا تعالیٰ کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دے کہ میں اس کی دُنیوی جنت کیلئے ایک گُٹھلی اور ایک بیج بن جاؤں گا۔ تا میں اکیلا ہی دنیا میں فنا نہ ہو جاؤں بلکہ میری فنا سے ایسا درخت پیدا ہو جسے مجھ سے بہتر یا کم از کم میرے جیسے پھل لگنے لگیں۔ وہ اَڑھائی تین سَو گُٹھلیاں آج لاکھوں بن گئی ہیں۔ اگر تم بھی اپنے آپ کو اسی طرح قربانیوں کیلئے تیار کرو تو ان لاکھوں گُٹھلیوں سے کروڑوں درخت پیدا ہو سکتے ہیں مگر یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل انسان کے شاملِ حال نہ ہو تو نہ انسان کے دل میں قربانی کی تحریک پیدا ہوتی ہے نہ عشق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، نہ ان قربانیوں کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور نہ انسانی عمل کوئی اعلیٰ ثمرات پیدا کرتا ہے۔ پس آؤ کہ ہم خدا تعالیٰ کے سامنے جُھک جائیں اور اُسی سے التجا کریں کہ وہ اپنے فضل اور رحم سے ہمارے دلوں کو پاک کرے اور قربانیوں کا جذبہ ہمارے قلوب میں پیدا کرے۔ پھر جب اُسی کے فضل سے ہم اپنی قربانیاں اُس کے حضور پیش کریں تو وہ شفقت اور محبت اور رحم سے ہماری ناچیز قربانیوں کو ردّ نہ کرے بلکہ قبول کرے۔ وہ ہمارے وجودوں، ہمارے عزیزوں، ہمارے رشتہ داروں اور ہمارے دوستوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کی حفاظت کیلئے قربانی کے طور پر قبول کرے اور اسلام

کے باغ کو پھر سرسبز اور شاداب کر دے۔ وہ کوّے اور کوئلیں اور دوسرے جانور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کے ثمرات کھا رہے اور انہیں خراب کر رہے ہیں، خدا اِس بَلاء اور وَبا سے اسلام کو بچائے۔ آج شرک اور کُفر نے دنیا پر غلبہ کیا ہوا ہے خدا اپنے فضل سے ہمیں توفیق دے کہ ہم پھر توحید کا جھنڈا کھڑا کریں، شرک دنیا سے مٹ جائے، شرک کرنے والے خدا تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے کے نیچے آ جائیں، وہ قومیں جو خدا تعالیٰ کے بیٹے بنا رہی ہیں، وہ قومیں جو پتھروں کو گھڑ گھڑ کر انہیں خدا تعالیٰ کا شریک قرار دے رہی ہیں، وہ بُھولی ہوئی قومیں جو خدا تعالیٰ کی رحمت کے منادوں کو اُس کا شریک ٹھہرا رہی ہیں، وہ قومیں جو سورج اور چاند اور سیّاروں اور ستاروں کی پرستش کرتی ہیں، خدا تعالیٰ اِن سب کے دلوں کو کھول دے اور اُس حقیقی خدا کی طرف انہیں لے آئے جس کی شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر ظاہر کی، وہ اُن سینکڑوں دلوں میں جو مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں مذہب کا جوش پیدا کرے، وہ فلسفی اور وہ عالم کہلانے والے جو آج دین اور ایمان سے بے بہرہ ہو رہے ہیں، خدا تعالیٰ ان پر بھی رحم کرے اور معرفت کا نور اُن کے دلوں میں پیدا کرے۔ تا آج جس طرح وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے دین سے منحرف کر رہے ہیں، کل لوگوں کو کھینچ کھینچ کر دینِ حقیقی کی طرف لائیں۔ وہ جھگڑے، فساد اور لڑائیاں جو کہیں مذہب کے نام پر، کہیں قوم کے نام پر، کہیں جتّھے کے نام پر اور کہیں سیاست کے نام پر ہو رہی ہیں، خدا تعالیٰ ان کو دُور کر کے بنی نوع انسان کی بہتری کے سامان پیدا کرے اور خدا تعالیٰ اِس دنیا کو اُسی طرح جنت کر دے جس طرح اُس نے مرنے کے بعد ہمارے لئے جنت تیار کی ہے۔

یہ سب کام خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ انہیں دنیا میں قائم کرے مگر ہمارے اندر طاقت نہیں کہ ہم باوجود اللہ تعالیٰ کا سپاہی کہلانے کے ان کو قائم کر سکیں۔ ایسی مصیبت کے وقت صرف ایک ہی کام ہمارا ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنے رب کو بلائیں اور اُس سے کہیں کہ ہم تیرے غلام اور خادم ہیں تو نے ایک کام ہمارے سپرد کیا، ہم اس کام کو کرنے کیلئے تیار ہیں بشرطیکہ تو ہمیں توفیق دے لیکن اے ہمارے خدا! یہ کام ہماری ہمت اور ہماری طاقت سے بہت بالا ہے۔ پس تو آپ ہماری مدد کر۔ ہم اِس بوجھ سے کُچلے جا رہے ہیں۔ اگر تو نہ آیا اور تو نے مدد نہ کی تو یہ چھوٹی سی جماعت اور فِـئَةٌ قَلِيْلَةٌ مٹ جائے گی اور دنیا کے پردہ پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ پس تو آپ ہم پر رحم کر، ہماری کمزوریوں سے درگذر فرما تا تیری یہ عطا کردہ توفیق سے بغیر کسی قسم کے معاوضہ کی خواہش اور بغیر کسی دشمن کے خوف کے

تیرے دین کی خدمت میں ہم لگ جائیں۔ مَاسِوَی اللہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو جائے، تیرے جلال کا دنیا پر قائم کرنا اور تیری صفات کا کامل ظہور ہمارا مقصد ہو جائے، ہم تُجھ میں نہاں ہو جائیں اور تو ہمارے دلوں میں آ جائے۔ اے خدا! تُو ایسا ہی کر (اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی اور دعا کے بعد ارشاد فرمایا)

اِس دعا کے بعد مَیں جلسہ کا افتتاح کرتا ہوں اور اَب مَیں تو چلا جاؤں گا لیکن جیسا کہ میں نے کُل نصیحت کی تھی دوستوں کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اوقات جلسہ سالانہ کی تقاریر سننے میں صرف کریں اور خود بھی اور اپنے دوستوں کو بھی اِدھر اُدھر پھرنے سے روکیں۔ ایک وقت تھا جب آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے دُور تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی اور دوستوں کا اِدھر اُدھر پھرنا کسی حد تک معذوری میں داخل تھا مگر اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے لاؤڈ سپیکر لگ گیا ہے جس کی وجہ سے آواز بخوبی پہنچ جاتی ہے۔ ایسے موقعوں پر پہلے یہ گھبراہٹ ہوا کرتی تھی کہ دوستوں تک آواز کس طرح پہنچے گی مگر اب تو اگر میلوں بھی لوگ پھیلے ہوئے ہوں تو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اُن تک آواز پہنچ سکتی ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ مسیحِ موعودؑ اشاعت کے ذریعہ دینِ اسلام کو کامیاب کرے گا[1] اور قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ کا زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔[2] اللہ تعالیٰ نے اِس نشان کی صداقت کیلئے پہلے قلم سے نکلی ہوئی تحریرات لوگوں تک پہنچانے کیلئے پریس جاری کر دیئے اور پھر آواز پہنچانے کیلئے لاؤڈ سپیکر اور وائرلیس وغیرہ ایجاد کرا دیئے۔ اور اب تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسا دن بھی آ سکتا ہے کہ ہر مسجد میں وائرلیس کا سیٹ لگا ہوا ہو اور قادیان میں جمعہ کے روز جو خطبہ پڑھا جا رہا ہو، وہی تمام دنیا کے لوگ سُن کر بعد میں نماز پڑھ لیا کریں۔

غرض لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اگر لاکھوں کا اجتماع ہو، تب بھی آسانی سے آواز پہنچائی جا سکتی ہے اس لئے دوستوں کو اِس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تمام تقریروں کو توجہ سے سننا چاہیئے۔ اس کے بعد میں دوستوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا اور رخصت ہوتا ہوں۔

(الفضل ۲۹۔ دسمبر ۱۹۳۶ء)

---

[1] **لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من ابناء فارس**
(کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ حلب ۱۹۷۴ء)

[2] وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر: ۱۱)